بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے آیات وعلامات الٰہیہ

محمد اعظم سعیدی
مہتمم جامعہ اسلامیہ کورے وال، کراچی

سل بنی اسرائیل کم اتیناهم من اية بينة ، ومن يبدل نعمة الله من بعد ما جاءته فان الله شديد العقاب۔

ترجمہ: پوچھئے بنی اسرائیل سے کہ ہم نے ان کو کتنی واضح نشانیاں دی تھیں اور جو اللہ کی نعمت کو حاصل ہو جانے کے بعد بدل دے، پس (ایسوں کو) اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (سورۃ بقرۃ: ۲۱۱)

اس آیت میں مسلمانوں کو بنی اسرائیل کی تاریخ پر غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے اور بین السطور یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں، علماء کی گروہ بندیوں، اور ان کے بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ لیکر اس سے عبرت حاصل کریں اور ان جیسی صفات سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جس کو نعمت مل جائے اور وہ اس نعمت کی ناقدری اور ناشکری کرے یا اسے بدل دے اور واضح دلائل ہوتے ہوئے راہ ہدایت کے بجائے گمراہی کا راستہ اختیار کرے یا رشد وہدایت کے ذرائع و اسباب کو غلط استعمال کر کے ان سے گمراہی اور فسق وفجور کا کام لے تو اسے اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق واضح ہو جانے کے بعد پھر بھی جو لوگ نہیں مانتے تو ان کا کیا حشر ہوتا ہے اور انہیں کتنے قسم کے عذابوں سے سابقہ پڑتا ہے یہ بنی اسرائیل کے علماء واحبار سے پوچھیے کہ ہم نے حق سمجھانے کے لئے ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو کتنی واضح دلائل اور نشانیاں دی تھیں، اور یہی دلائل ونشانیاں ان کی ہدایت کا سبب تھیں مگر انہوں نے ان اسباب ہدایت سے صراط مستقیم کے

بجائے ضلالت کی راہ اختیار کی نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ دلیلوں اور واضح نشانیوں میں غور نہ کرنا اور اسکی نعمتوں کی ناقدری وناشکری کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں آیت سے کیا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کیا کیا نشانیاں عطاء فرمائی تھیں، مفسرین کے قول کے مطابق آیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نشانیاں وہ دلائل اور وہ معجزات ہیں جو ان کی ہدایت کا سبب تھے مثلاً تورات یا تورات کی آیات، یا قرآن مجید، یا صحف موسیٰ یا زبور وانجیل ہیں یا وہ معجزات جو بنی اسرائیل کے طلب کرنے پر یا انہیں راہ ہدایت پر لانے کے لئے دکھائے گئے جیسے کمالات عصائے موسیٰ، یعنی عصاء کا اژدھا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو نگل جانا، دریا میں مارنے سے راستہ بن جانا، پتھر پر مارنے سے بارہ چشمے جاری ہو جانا، ید بیضا (روشن ہاتھ) یا فرعون سمیت فرعونی لشکر کی غرقابی وغیرہ، یا بادل سے مینڈکوں کی بارش، یا خون اور جوؤں کی بارش، یا پہاڑ اکھڑنا، یا کوہ طور سے اللہ کا کلام سنانا وغیرہ وغیرہ مگر بنی اسرائیل یہ نشانیاں، یہ آیات بینات اور معجزات دیکھنے کے بعد بھی راہ ہدایت پر نہ آئے بلکہ مزید مطالبات کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم اپنی آنکھوں سے اللہ کو نہ دیکھ لیں۔

نیز اسی آیت میں بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے کا اور پھر بنی اسرائیلیوں کی طرف سے ان نعمتوں کو بدلنے کا ذکر بھی ہے جس پر انہیں سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ نعمتوں کو بدل دینے سے کیا مراد ہے؟ یعنی کیا وہ پوری نعمت کو الٹ دیتے تھے یا اس میں ترمیم واضافہ کرتے تھے یا اس میں تنقیص وتحریف کرتے تھے۔ آیت میں لفظ یبدل استعمال ہوا ہے۔ الابدال والتبدیل والتبدل والاستبدال کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز کی جگہ رکھنے کے ہیں یہ عوض سے عام ہے کیونکہ عوض میں پہلی چیز کے بدلہ میں دوسری چیز لینا شرط ہوتا ہے لیکن تبدیل مطلق تغیر کو کہتے ہیں جیسے فبدل الذين ظلموا قولا غير الذي قيل لهم یعنی جو ظالم تھے انہوں نے اس لفظ کو جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ اور لفظ کہنا شروع کیا (مفردات راغب مترجم محمد عبدہ فیروز پوری ج ۱ ص ۷۶)

یبدل۔ تبدیل سے بنا ہے، بمعنی بدل دینا۔ کسی چیز کی حالت بدل دینے کو تغیر کہتے ہیں اور اصل بدل دینے کو تبدیل کہتے ہیں (تفسیر نعیمی بقرہ آیت ۲۱۱) تبدیلی نعمت چار طریقوں سے ہوتی ہے۔ (۱) نعمت کو سرے سے قبول ہی نہ کرنا۔ (۲) نعمت کو کھلے عام یا خفیہ طریقے سے بدل دینا۔ (۳) نعمت کے کچھ حصے کو باقی رہنے دیا اور کچھ حصے کو بدل دینا۔ (۴) نعمت کی قدر نہ کرنا یا اس نعمت پر شکر ادا نہ کرنا۔ بنی اسرائیل نے یہ چاروں حرکتیں کی تھیں جب کہ نعمت کی ناقدری وناشکری کرنا نعمت کے چھن جانے کا

سبب ہے لہٰذا انجام کار بنی اسرائیلوں کی عزت وعظمت کو بھی خواری و ذلت میں بدل دیا گیا۔ اب ہم مختصر طور پر ان میں سے چند نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عطا فرمائی تھیں اور انہوں نے اسے بدل دیا جس پر وہ سزا کے حقدار ٹھہرے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے تورات نازل فرمائی مگر اس میں انہوں نے تحریف کی، اس کے احکام کی اتباع کے بجائے ان کو بدل ڈالا، حق باتوں کو چھپایا، اس سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے گمراہی کا راستہ اختیار کیا، چنانچہ اس جرم پر انہیں ذلت ومسکنت کی سزا بھگتنی پڑی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس پیغمبر بھیجے، بنی اسرائیلوں نے ان پر ایمان لانے اور ان کی تعلیمات کو قبول کرنے کے بجائے ان کی تکذیب کی اور بعض پیغمبروں کو قتل بھی کیا، جس پر بطور سزا ان سے مصر کی سلطنت وحکمرانی چھین لی گئی اور انہیں دوسروں کا غلام بنا دیا گیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا کلام سننے کی نعمت سے نوازا تو اسے تسلیم کرنے کے بجائے شبہات نکالے اور اللہ تعالیٰ کو واضح دیکھے بغیر ایمان لانے سے انکار کر دیا، جس پر وہ بطور سزا بجلی کی ایک کڑک سے ہلاک کر دیئے گئے۔

۴۔ ان پر من وسلویٰ نازل کیا گیا مگر وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے بجائے اسے بچا کر رکھنے لگے تو وہ سڑنے لگا، اور بلا مشقت روزی ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے کھانے کی نکتہ چینی کی، تو اس ناشکری پر من وسلویٰ روک کر انہیں بطور سزا کھیتی باڑی کی مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا، من وسلویٰ کی جگہ ساگ پات اور فرصت کی جگہ انہیں رات دن مشغول کر دیا گیا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ حطة نغفر لكم کہتے ہوئے شہر میں داخل ہو جاؤ تو تمہیں بخش دیا جائیگا مگر انہوں نے لفظ کو ہی بدل دیا اور حنطة فى شعيرة کہتے ہوئے داخل ہوئے تو ان کو بطور سزا پھر سے شہر بدر کر دیا گیا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل میں راستہ دے کر بنی اسرائیل کو فرعون کے لشکر سے نجات دی، فرعون کو لشکر سمیت غرق کیا مگر انہوں نے احسان ماننے کے بجائے اس احسان کی ناقدری کی، جس پر انہیں سزائے قتل دی گئی۔

۷۔ ان سے کہا گیا کہ یوم سبت یعنی ہفتے کے دن مچھلی کا شکار نہ کرنا مگر انہوں نے اس حکم میں تبدیلی کی یعنی شکار تو نہ کیا مگر ہفتے کے دن مچھلیوں کو تالابوں، حوضوں اور گڑھوں یا جوہڑوں میں جمع کیا تو بطور سزا انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔

۸۔ مسلسل نعمتوں کی ناشکری پر کوہ طور کو ان پر گرانے کے لئے معلق کیا گیا مگر پھر انہیں معاف کر دیا گیا۔

۹۔ بنی اسرائیلوں کو یقین دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے معجزات دکھائے، پھر بھی انہوں نے انکار کیا۔

۱۰۔ وادی تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا، پر گرمی سے بچانے کے لئے ان بنی اسرائیلوں پر بادلوں سے سایہ کیا گیا، اسی صحراء میں کتنی طریقوں سے انکی دستگیری کی مگر انہوں نے تمام نعمتوں اور دستگیریوں کی ناشکری کی۔

۱۱۔ نزول وحی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حضور خاتم الانبیاء علیہ الثناء والتحیہ پر ایمان لانے کی نعمت غیر مترقبہ عطا فرمائی مگر انہوں نے نعمت الٰہی یعنی ذات محمدیہ اور آپ کی نبوت پر ایمان نہ لا کر کفران نعمت کیا تو بطور سزا انہیں ملک بدر ہونا پڑا۔

۱۲۔ موجودہ بنی اسرائیلوں سے پوچھیے کہ انہیں کتنی تعداد میں نشانیاں اور نعمتیں دی گئی تھیں ان کے پاس انہی میں سے تین ہزار سے زائد پیغمبر بھیجے، توریت، زبور، انجیل اور صحیفے دیئے، مگر ان ذرائع رشد وہدایت سے انہوں نے رہنمائی حاصل نہ کی اپنے پیغمبر کا ساتھ دینے کے بجائے کہتے رہے فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون (یعنی اے پیغمبر آپ اور آپ کا رب جا کر جنگ لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں)۔

خلاصہ یہ کہ اس سے پہلے والی آیت میں بنی اسرائیل کی طرف سے عذاب کے انتظار کا ذکر تھا کہ وہ لوگ صرف یہ انتظار کر رہے ہیں کہ بادلوں کے سائبانوں سے عذاب لانے والے فرشتے اللہ کا عذاب لے کر ان کے پاس آجائیں مگر بادلوں کے سائبانوں سے عذاب کا آنا حیران کن نہیں ہے۔ یہ بنی اسرائیل بادلوں میں اللہ تعالیٰ کی آیات وعلامات اور عذابات کا کئی بار مشاہدہ کر چکے ہیں اگر تمہیں یہ امر حیران کن معلوم ہوتا ہے تو بنی اسرائیلوں سے پوچھ لو، وہ بادلوں کے سائبانوں میں بیشمار نشانیاں دیکھنے کا انکار نہیں کر سکتے۔

....

خواتین کی معاشی وسیاسی مصروفیات کے مضر پہلو

مریم ناز
رکن مجلس التفسیر

وہ نقصانات جو عورت کی ذات کو پہنچتے ہیں:

عورت کو اللہ نے خاندان اور گھرہستی کی ذمہ داریوں کیلئے بنایا ہے، اس وجہ سے جب وہ اپنی اصل جگہ چھوڑ کر معاش اور سیاست کے جھگڑوں میں پڑتی ہے تو اسکو روحانی و مادی دونوں قسم کے ناقابل تلافی نقصانات پہنچتے ہیں۔ مثلاً

(ا) کاروبار زندگی میں اسکو ایک ایسے حریف کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس میدان کی بازیاں جیتنے کیلئے اس پر خلقی وفطری برتری رکھتا ہے۔ اس میدان میں مرد کی قوتیں اور قابلیتیں ٹھیک اسی طرح اسکے ساتھ تعاون کرتی ہیں جسطرح ایک مگرمچھ کی فطری صلاحیتیں سمندر کے اندر اسکے ساتھ تعاون کرتیں ہیں۔ اسکے برعکس عورت کو ودیعت کردہ صلاحیتیں اس میدان میں اسکا ساتھ دینے کی بجائے مزاحمت کرتی ہیں جسکی وجہ سے بعض اوقات وہ خود کو بے بس محسوس کرتی ہے۔ حتیٰ کہ انتہائی جدوجہد کے باوجود بھی اپنے اس نقص کی تلافی کی کوئی راہ نہیں پاتی کیونکہ اس مقابلے میں مرد کی برتری اکتسابی (acquired) نہیں بلکہ فطری (inherent) ہے۔ اس صورتحال کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت اپنی بے بسی تسلیم کرکے بالآخر مرد کی ایک تابع مہمل بن کر رہ جاتی ہے اور اپنی شخصیت کو مرد کی شخصیت میں بالکل گم کردیتی ہے یا پھر احساس کمتری میں مبتلا ہوکر ہر بات میں مرد کی نقل کرنے لگ جاتی ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے عورت کو سنبھالنے والی، نگہداشت کرنے والی اور فیض پہنچانے والی بنایا ہے لیکن معیشت وسیاست کے میدان میں اسے مطالبہ کرنے سے لیکر ہڑتال، تخریب اور سارے دفتری ہنگاموں

میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ قدرت نے اسے مامتا کا جمال اور زوجیت کی محبوبیت بخشی ہے۔ اسکی مادرانہ شفقت اور محبت بھری مسکراہٹ اس دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی اور حیات بخش دولت ہے۔ لیکن اس میدان میں وہ مجبور ہوتی ہے کہ اپنے ان انمول جذبوں کو نمائشی مسکراہٹ اور ناز و انداز میں بدلے۔ بحیثیت ایک بیوی کے اسکی معیت ورفاقت، ہمارے نبی ﷺ کے الفاظ میں، اس دنیا کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ لیکن اس نئے مشغلے کے بعد ایک بیوی سے زیادہ وہ اپنے اندر ایک حریف اور مدمقابل کی خصوصیات جمع کرلیتی ہے۔ ان دونوں متقابل اوصاف کا موازنہ کرکے دیکھیے کہ دوسروں کے نفع نقصان سے قطع نظر خود عورت اپنی ذات کے نقطہ نظر سے یہ نفع کا سودا کرتی ہے یا نقصان کا؟

(ج) ایک خاتون اپنے فطری منصب کے لحاظ سے اپنے گھر کی حکمران ہے، اپنے شوہر کی عزت اور اسکی دولت میں شریک ہے اور عام طور پر ایک متوازن زندگی گزارنے والے خاندان میں شوہر بیوی کی اس سلطنت میں فطری طور پر مداخلت نہیں کرتا۔ جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو اسکی قیمت اسے اس سلطنت سے دستبرداری کی شکل میں چکانا پڑتی ہے۔

(د) گھر سے باہر عورت خواہ کتنی ہی کوشش کرے، اول تو اپنی فطری کمزوریوں کی وجہ سے، اپنی بہت سی اعلیٰ خصوصیات سے محروم ہونے کے بعد بھی مرد کے مقابل فروتر ہی رہتی ہے، ثانیاً اس میدان میں اگر وہ کوئی خدمت سرانجام دیتی بھی ہے تو مرد کی طرف سے مشکل ہی سے اسکا اعتراف کیا جاتا ہے۔ مرد پوری سچائی سے عورت کی قابلیت کا اعتراف کبھی نہیں کرتا۔ وہ پارلیمنٹ کے اندر بھی عورت کو ایک مدبر اور قانون دان کی حیثیت سے دیکھنے اور اسکی سمجھ بوجھ اور معاملہ فہمی کی داد دینے کے بجائے اسکے حسن و جمال، کپڑوں اور ان کے colors ہی کو دیکھتا ہے اور اگر کوئی داد دیتا بھی ہے تو اسی پہلو سے دیتا ہے۔ مرد کسی صورت میں عورت کی برتری تسلیم نہیں کرتا، پھر خواہ مخواہ اپنی نسوانیت داؤ پر لگانے کا فائدہ؟

وہ نقصانات جو خاندان اور معاشرے کو پہنچتے ہیں:

اگر مرد وعورت کے سماجی ومعاشرتی رشتوں میں بے اعتدالی ہو تو معاشرہ زوال وانحطاط کی طرف بڑھنے لگتا ہے کیونکہ سماجی رشتوں میں توازن نہ ہونے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اجتماعی زندگی کے بعض شعبے خالی اور ویران ہونے لگتے ہیں اور بعض گوشوں پر ضرورت سے زیادہ قوت صرف ہوجاتی ہے۔ یہ دونوں ہی باتیں معاشرہ کیلئے تباہ کن ثابت ہوتی ہیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ کسی بھی سیاسی و اجتماعی نظام کے اندر مرکزی نقطہ خاندان ہے۔ خاندان معاشرے کی ایک بنیادی اکائی اور یونٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نظام زندگی چلانے کیلئے افراد خاندان یا گھر ہی مہیا کرتے ہیں۔ اگر اس بنیادی یونٹ کو

توڑ دیا جائے تو معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔ خاندان سے معاشرہ اور معاشرے سے قوم وجود میں آتی ہے۔ اگر خاندان کا شیرازہ منتشر ہو جائے تو پورے ملک کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ خاندان کی اس اہمیت کی وجہ سے کسی بھی نظام میں سب سے زیادہ فکر اسکے تحفظ کی کیجاتی ہے کیونکہ اسکی حیثیت جڑ کی سی ہے اور اس کے تحفظ پر پورے نظام کے تحفظ کا انحصار ہوتا ہے۔

جس دور میں عورت خاندان کی تعمیر کو اپنا مقصد سمجھتی تھی وہ ہمارا سنہری دور کہلاتا تھا اور آج جب اس طبقے کو خواب غفلت نے آن گھیرا ہے تو قوم ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ گھر اور خاندان جن کی اہمیت کو آپ 'ترقی' کے جوش میں بھول گئے ہیں، در اصل وہ کارخانے ہیں جہاں انسان تیار ہوتے ہیں۔ یہ کارخانے جوتے اور کپڑے بنانے والے کارخانوں کی نسبت ترقی کیلئے کچھ کم ضروری تو نہیں! ان کارخانوں کیلئے جن صفات، نفسیات اور قابلیتوں کی ضرورت ہے وہ فطرت نے صرف عورت کو ہی دی ہیں۔ انکو چلانے کیلئے جن خدمات، محنتوں اور مشقتوں کی ضرورت ہوتی ہے، انکا زیادہ سے زیادہ بوجھ فطرت نے عورت ہی پر ڈالا ہے۔ اگرچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خاندان کی تشکیل میں مرد اور عورت دونوں ہی حصہ لیتے ہیں، لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کام میں جو حصہ عورت کا ہے وہ حصہ مرد کا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ گھر یا خاندان کی اصل معمار عورت ہوتی ہے، مرد کا کردار تو صرف سامان تعمیر فراہم کرنے تک محدود ہے۔ عورت کی ماتا کا جمال گھر کو رحم و محبت کی نورانیت سے منور کرتا ہے، رفیق زندگی کی حیثیت سے اسکی وفاداریاں اور جاں نثاریاں خاندان کو جوڑے رکھتی ہیں۔ اسکی آنکھوں کی ایک گردش میں جو معنیٰ مضمر ہوتے ہیں وہ ہزار ہا اوراق میں نہیں سما سکتے، وہ اپنی محبت بھری جھڑکیوں میں جو کچھ سکھا دیتی ہے وہ ہزار ہا معلموں کی محنت سے بھی نہیں سکھایا جا سکتا۔ دفتروں اور کارخانوں کیلئے آپ کو سینکڑوں آدمی مل سکتے ہیں لیکن گھر کے اندر عورت کے نہ ہونے سے جو خلا پیدا ہوگا اس کو پُر کرنے کیلئے خالق کائنات نے عورت کے سوا کسی کو پیدا ہی نہیں کیا۔ خدارا سوچیں! کیا آدم سازی اور جوتا سازی میں کوئی فرق نہیں؟ آدم سازی کے ان کارخانوں میں کرنے کے بہت کام ہیں۔ کوئی فرض شناسی کیساتھ ان کاموں کو کرنا چاہے، جیسا کہ انکا حق ہے، تو اسے سر کھجانے کی فرصت نہ ملے۔ انکو جتنی زیادہ قابلیت، سلیقے اور دانشمندی کیساتھ چلایا جائے اتنے ہی زیادہ اعلیٰ درجے کے انسان تیار ہو سکتے ہیں۔

گھریلو زندگی ایک مختصر اجتماعی زندگی کا نام ہے جس سے بڑے بڑے معاشروں کی بنیاد پڑتی ہے۔ جب تک خانگی نظام مضبوط نہ ہو معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ انسانی زندگی کے مختلف دور یہیں سے

شروع ہو کر یہیں پر ختم ہو جاتے ہیں۔ انسان بے شمار سیاسی، سماجی اور تہذیبی مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ اسے ہر طرح کے حالات سے واسطہ پڑتا ہے۔ بسا اوقات معاش کیلئے اسے سخت جدوجہد اور محنت کرنا پڑتی ہے، اپنی اور اپنے خاندان کی فلاح و بہبود اور ترقی کیلئے بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں اسے سب سے زیادہ ضرورت ذہنی سکون اور اطمینان کی ہے۔ گھر اسے یہی سکون و راحت فراہم کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ عورت گھر کو راحت کدہ اور سکون کا مرکز بنا دے تاکہ گھر کے افراد اپنی ساری تکلیفیں اور پریشانیاں بھول کر اور تازہ دم ہو کر کشمکش حیات میں اپنا حصہ ادا کریں۔ اگر گھر کا ماحول خوشی و اطمینان اور آرام و آسائش والا ہوتا ہے تو گھر والوں کی زندگی پر قلبی لگاؤ، خلوص و سکون، اور اطمینان کا سایہ رہتا ہے۔ نسل انسانی کی صحیح تربیت اور پرورش کا دارومدار اسپر ہے کہ گھر کے اندر کی فضا پرسکون ہو، اور ماں باپ کے باہمی تعلقات کسی قسم کے کھنچاؤ کا شکار نہ ہوں۔ ایک ایسے ماحول میں جہاں ماں باپ میں باہمی ہم آہنگی کا فقدان ہو، اولاد کے اذہان بھی انتشار کا شکار ہوں گے اور وہ معاشرے میں بھی بے سکونی اور انتشار پھیلانے کا باعث ہونگے، یعنی کسی خاندان کی روحانی و اخلاقی اقدار جتنی محکم ہوں گی سعادت و خوش بختی بھی اتنی ہی ہوگی۔ مغربی مساوات مرد و زن کی تعبیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ افراد کے مابین، خاندان میں محبت کم ہونے لگی، آپس میں پیار محبت کا خاتمہ ہونے لگا، زناکاری رواج پانے لگی، عورت کی توجہ جو صرف خاندان تک محدود تھی اور جسکا عشق بچوں کیلئے مخصوص تھا وہ ناپید ہو گیا کیونکہ جب خواتین خود کسب معاش کرنے لگیں تو اپنی محبت و توجہ کو صرف گھر تک محدود کرنے پر قادر نہ رہیں۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ بچے کیلئے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دوسری غذا نہیں ہے۔ اگر ماں گھر پر نہ رہے اور باہر کی مصروفیات اسے دن بھر گھیرے رہیں تو وہ اسکا اہتمام نہیں کر سکتی۔ اسی طرح شیر خوارگی کی عمر میں اور اسکے بعد بھی ایک عرصے تک بچے کی صحیح پرورش ماں ہی کے ہاتھوں میں ہو سکتی ہے۔ بچے کی صحیح نشوونما کیلئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ اسے مناسب اور متوازن غذا ملتی رہے بلکہ اس کیلئے محبت، ہمدردی اور ماتا کی بھی ضرورت ہے۔ اگر اسے اپنے قریب ترین ماحول میں یہ جذبات نہ ملیں تو اسکی شخصیت مرجھا جائے گی اور ابھرے گی تو بالکل غلط رخ پر ابھرے گی۔ ان جذبات کا مخزن ماں ہی کا سینہ ہے۔ کوئی بھی دوسرا شخص اسکا بدل نہیں بن سکتا۔ جب ماں دن بھر گھر سے باہر رہے گی تو بچہ ان جذبات کیلئے ترستا رہے گا اور وہ اسے نہ مل سکیں گے۔ خود سوچئے کہ جب یہ صورتحال ہوگی تو نئی نسل جو ملک کا نظام سنبھالنے کیلئے تیار ہوگی وہ کیسی ہوگی؟ جبکہ وہ ہر مشکل کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو جانے والی ہستی، ماں کی تربیت اور محبت کی کمی میں پرورش پائے گی۔ ہمیں آنے والے کل کی تباہی کو روکنے کیلئے مغربی